



## مصطفی زیدی کی رومانیت

### THE ROMANTICISM OF MUSTFA ZAIDI

ڈاکٹر روبینہ شاہین (پروفیسر، شعبہ اردو جامعہ پشاور)

Dr. Robina Shaheen (Professor Urdu Department University of Peshawar)

فریدہ عثمان (لیکچرار) گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج چنرمٹی، پشاور

Farida Usman (Lecturer Govt. Girls Degree College Chagharmatti Peshawar)

#### ABSTRACT

In Urdu literature, the effects of romantic trends are found in one form or another, especially against the objectivism of the Aligarh movement, this movement gave energy to many trends in literature, both in prose and poetry, and creators made use of it. The literature that developed under the influence of the progressive movement emphasizes the Marxist point of view, the writers associated with this movement either accepted it willingly or made certain aspects of its manifesto strongly the subject of their creation.

After Faiz Ahmed Faiz in poetry, Mustafa Zaidi, despite being influenced by the progressive manifesto, adopted romantic aspects. In his poetry, the effects of romanticism are mixed, love, grief, retrospect, deviation from traditions, imagination, from the present. Elements such as escape are present in Zaidi's poetry. Through this article, an attempt has been made to bring out the main romantic tendencies in Mustafa Zaidi's poetry (ghazels and verse).

رومانس کا لفظ ان کہانیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جن میں دیومالائی و اساطیری عناصر، شدت جذبات، تخیل، اور حسن و عشق کی داستان بیان کی گئی ہو، ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

”رومانیت محض احیاء العجائب نہیں بلکہ زندگی کا ایک مخصوص رویہ ہے رومانیت میں آزادی، انفرادیت، تحفظ، انا اور بغاوت کا عنصر موجود ہوتا ہے“ (۱)

رومانیت نئی دنیاؤں کی تلاش، حال سے فرار، ماضی سے لگاؤ، ذہنی نا آسودگی، تنہائی، روایات سے بغاوت، آزاد خیالی، عشق کا والہانہ پن، شدت جذبات جیسے عناصر سے تشکیل پاتی

زبان و ادب (31)، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد جلد 2، شمارہ 15، 2022

ہے۔ ایک رومانوی تخلیق کار کے لئے جذبہ اور تخیل ہی حرف آخر ہوتا ہے۔ اس کی فطرت باغیانہ ہوتی ہے وہ حقیقت سے زیادہ تخیلاتی دنیا میں رہنے کو ترجیح دیتا ہے۔ رومانوی رجحانات میں ایک نئی دنیا کی تعمیر و تشکیل کی آرزو ہمیشہ زندہ رہتی ہے بقول ڈاکٹر محمد حسن:

”رومانیت اس اصول پرستی، عقلیت، اور میانہ روی کے لئے صاعقہ  
بردوش بغاوت ہے کلاسیکی انسان دنیا کی زندگی اور حسن کو جہاں مختلف  
خانوں میں بانٹ کر اور اصولوں میں تقسیم کر کے مطمئن ہو گیا تھا  
رومانیت نے اس پر کاری ضرب لگائی“ (۲)

رومانوی رجحانات کلاسیکی روایت پرستی اور حقیقت پسندی کے رد عمل کے طور پر سامنے آئے۔ مغرب میں رومانیت کے حوالے سے شیلے، ورڈز ور تھ، کالرج کے نام اہم ہیں، جبکہ اردو نثر میں داستانوں، مثنویوں میں اس کے عناصر ملتے ہیں۔ اس عہد کی کہانیوں کا سارا روپ رومانوی تھا۔ تخیل و مافوق الفطرت عناصر کی موجودگی رومانی رویوں کے احساس کا پتہ دیتی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ عہد کلاسیک کا ادب کسی نہ کسی صورت میں رومانوی رنگ کا احساس دیتی ہے تو بے جا نہ ہوگا، اردو شاعری میں ولی دکنی کی جمال پرستی و تصور محبوب، میر کا کرب و سوز و گداز اور غالب کی انانیت و خود پسندی یہ تمام عناصر اس عہد کے ادب میں رومانوی طرز فکر کی جانب جھکاؤ کو ظاہر کرتی ہیں۔

”ولی زندگی جمال اور کائنات کے حسن سے سرور مسرت حاصل کرنے

اور نگاہ کی لذتوں سے سیراب و شاد ہونے کو بہتر سمجھتے ہیں۔“ (۳)

اردو ادب میں رومانوی تحریک کا باقاعدہ آغاز سر سید احمد خان کی تحریک کے بعد ہوتا ہے۔ اس تحریک کے ساتھ دبستان یلدرم اور رسالہ مخزن کا کردار باقاعدگی سے ان رجحانات کو تحریک فراہم کر رہا تھا۔ یوں ادب میں نئے رومانوی رویے پروان چڑھنے لگے۔ تخلیقی سطح پر محض ابلاغ کی بجائے، فن و فکر میں جمالیاتی عناصر کو اہمیت دی گئی، ادب کو اجتماع سے فرد کی انفرادیت و اندرون پر مرکوز کرنے کی کوشش کی گئی، ایسے قدروں کو پروان چڑھانے پر توجہ دی گئی، جو سماجی و ذاتی طور پر فرد کے جذبات کو تسکین پہنچا سکے۔ ادب کو محض مقصدیت و ابلاغ کے پہلو سے نکال کر تخیل و تصور کی بے بہا وسعتوں میں شامل کیا جائے، فرد لمحہ موجود کے کرب سے نکل کر ایسے خواب آور ماحول میں خود کو محسوس کریں جہاں پر اس کے اندرون کی ہیبتنا کو اہمیت حاصل ہو، اور وہ محسوسات و جذبات کا تزکیہ کر سکے۔

رومانوی طرز فکر کا یہ انداز جاری تھا کہ پہلی جنگ عظیم اور بعد کے حالات نے سماجی و معاشی سطح پر فرد کے مسائل کو عالمگیر بنا دیا۔ وہ محض انفرادیت کے دائرے سے نکل کر اجتماع کی آواز میں شامل ہوا، گل و بلبل کے قصے اس کے خارج کے ماحول میں بھسم ہو گئے، ان حالات نے ادب میں ترقی پسند سوچ کو پروان چڑھایا۔ ادب کو ابلاغ کا ذریعہ بنا کر مقصدیت پسندی کو مقدم رکھا گیا۔ اس دور کے ادب و ادیب کا مسئلہ ذاتی نہیں تھا، بلکہ اجتماعی تھا، یہی وجہ ہے کہ اس دور کا ادب پورے معاشرے و سماج کی علامت بنا، اس دور میں جو ادب تخلیق ہوا، وہ پورے معاشرے کے حدود سے نکل ایک مکمل تاریخ کا عکاس بنا، فرد کی معاشی سماجی ذاتی، اخلاقی نفسیاتی ہر طرح کے فکر و حیات ان سے متاثر ہوئے، اس لیے اس دور کے ادب نے اجتماعی شعور کو اپنایا، احمد ندیم قاسمی، علی سردار جعفری، فیض احمد فیض اور، مصطفی زیدی نے ترقی پسند افکار کے حامل رجحانات کو پروان چڑھایا۔ انہوں نے فرو کے مسائل کو سماج کے دو طبقوں (بورژوا، اعلیٰ طبقہ اور پرولتاریہ مزدور یا نچلا طبقہ) کے مابین کشمکش قرار دیا۔ ترقی پسند تحریک نے فرد کے اجتماعی و انفرادی مسائل کو استحصالی رویوں کی عطا قرار دیا۔ ان کے خیال میں سماجی، معاشی، معاشرتی مسائل، ان رویوں کی وجہ سے پروان چڑھ رہے ہیں۔ اس تحریک نے ادب کو زندگی کا اظہار قرار دیا۔ ان کا اصرار تھا، کہ ادب انسانی زندگی کا عکاس ہے تو اس میں اجتماعی مسائل کی نشاندہی ہونی چاہیے۔ ترقی پسند ادیبوں نے سماج مسائل کی عکاسی میں ادب کے جمالیاتی پہلوؤں کو یکسر نظر انداز کیا، تاہم ترقی پسند افکار کے حامل ان تخلیق کاروں میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو ادب میں اجتماعیت و مقصدیت کے ساتھ فطری رومانوی سوچ کے زیر اثر رہیں۔ ان کی تخلیق ایک منشور سے وابستہ ہونے کے باوجود رومانوی رویوں کے اظہار میں آگے رہی، ان میں فیض کے بعد اہم نام مصطفی زیدی کا ہے جن کے کلام میں رومانوی جدت کی تاثیر نے انفرادیت پیدا کی ہے۔

مصطفی زیدی ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۰ کو پیدا ہوئے، والد سید لخت حسین زیدی سی آئی ڈی میں آفسر تھے۔ آلہ آباد یونیورسٹی سے انہوں نے گریجویشن کی۔ ان کا پہلا مجموعہ صرف ۱۹ برس کی عمر میں ”موج مری صدف صدف“ کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس کا دیباچہ فراق گورگھپوری نے تحریر کیا۔ اس کے بعد چالیس برس کی مختصر حیات میں ان کے چھ مجموعے شائع ہوئے۔

مصطفی زیدی اردو نظم و غزل دونوں میں روایتی انداز کے منفرد شاعر ہے ان کی ذات خود میں ایک افسانہ تھی۔ حال سے فرار، ماضی سے لگاؤ، عشق و محبت، تصوراتی دنیا، باغیانہ

زبان و ادب (31)، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد جلد 2، شمارہ 15، 2022

روبیہ، آسودگی، وہ عشق کے تصور میں ذہنی نا آسودگی سے فرار حاصل کر کے اپنی طبیعت کو بہلاتے ہیں۔ رومان کا تصور ان کے باطن کی آواز ہے انہوں نے عشق کے تصور کو زندگی کا استعارہ بنایا۔ حقیقی زندگی کے مسائل ان کے رومان میں حالت سکون محسوس کرتے ہیں۔ بقول

مرزا حامد بیگ

”لالہ رخنوں سے معاشقوں کی داستان کے ساتھ اس کی وفا شعار بیوی اور بچوں کی ننھی منھی خوشیوں سے لے کر۔۔۔۔۔ کلب کی تمام رنگین اور واضح تصاویر ملی ہیں۔“ (۴)

ان کی شاعری کا ایک خاص اور زیادہ تر حصہ عشقیہ ہیں جس میں انہوں نے شدید جذبہ محبت کے تحت مختلف مارخوں کا ذکر ان کے نام کے ساتھ کیا ہے۔

محبت کے کئی رنگ ان کی شاعری کا حصہ ہے، جس میں ان کی جذباتی وابستگی ہر جگہ نمایاں ہے وہ ۱۹۵۱ کے آواخر میں اپنے بھائی مجتبیٰ کے کہنے پر آلہ آباد سے آئے تھے۔ یہاں آنے کے بعد ان کو مختلف مشاعروں میں جانے کا موقع ملا۔ ان کی شخصیت کے رکھ رکھاؤ سے جلال کاگماں ہوتا تھا، اگرچہ فطرتاً بہت نرم دل اور شائستہ انسان تھے۔

”وہ رومانیت کی گرفت سے نکل کر زندگی کے حقائق اور واقعات کو ان کی برہنہ شکلوں میں دیکھنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں ایسے لمحات یادوار میں ان کا تخیل نہ صرف رومانیت کے اثر سے آزاد ہو جاتا ہے بلکہ روایات کے اثر سے بھی۔“ (۵)

ان کے جذبات و خیالات میں جنس کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی تاہم ان کا تصور و تخیل اس خیال کو پاگیرگیو طہارت سے مملو دیکھنا چاہتا ہے، ان کے ہم عصر یا بعد کے شعرا میں یہ خوبی بہت کم نظر آتی ہے عشق کا راضی ہونا، اور معصیت پر طبیعت مانگھونے کے باوجود وہ تقدیس و طہارت کی جانب جانے کو اہم قرار دیتے ہیں۔

|     |                                                                                        |
|-----|----------------------------------------------------------------------------------------|
| (۶) | <p>سینکڑوں جسموں سے کھیلی ہے جوانی میری<br/>دل میں تقدیس و طہارت کا سماں آج بھی ہے</p> |
|     | <p>مدتوں کور نگاہی دل کی<br/>نور عرفاں کو ترستی رہتی<br/>تو جو خورشید نہ بن کر آتی</p> |

|     |                                                                        |
|-----|------------------------------------------------------------------------|
| (۷) | ذہن پر اوس برستی رہتی                                                  |
| (۸) | تیرے چہرے پہ جو تقدیس نہ ہوتی ایسی<br>دل کے موج سمندر میں وضو کون کرتا |

تقدیس کا یہ تصور ان کی رومانیت کو ایک درجہ آگے لے کر جاتا ہے جس میں وہ غیر محسوس کو محسوس اور حسین کو حسین ترین روپ میں لے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کا تخیل و جذبہ عشق دونوں پر رومان کی گرفت حاوی ہے جہاں کہیں انہوں نے رومانیت کے گرفت سے نکل کر زندگی کی برہنہ تصاویر کو دیکھا، ایسے لمحات میں ان کا تصور رومان احساسِ لطافت کو متحرک کر دیتا ہے، وہ ایسے مواقع کے اظہار میں بھی جذبات کے والہانہ پن و وارفتگی کی قید میں رہتے ہیں۔

زیدی کی شاعری میں کرب، تصورِ عشق کی کسک ہے۔ جس کو انہوں نے دل کے پاس رکھا ہے۔ یہ کیفیت ان کی شاعری میں وقتی یا لمحاتی ہیجان کا باعث نہیں بلکہ تسلسل و تحرک کے ساتھ چلتی ہیں۔ انہوں نے درد و کسک کے احساس کو ہجر و وصل دونوں میں قریب رکھا ہے۔ ان کی شاعری میں سوچنے کا احساس اسی کرب سے متصل ملتا ہے، حسن کے رنگوں سے نشاطیہ کیفیات کی وصولی کے باوجود درد کی ہلکی سی لے میں ان کا دل ضرور دھڑکتا ہے۔

انہوں نے حسن کے ہر رنگ کو پوجا ہے عشق کے جذبات حسن و جمال سے مملو ہیں۔ انہوں نے اپنی حسیات و آسودگی کے لیے اس حصول کو دسترس میں رکھا۔ ذرا سی امید پر وہ وارفتگی کے لیے مچل جاتے ہیں، دیگر رومانوی شاعروں کی طرح ان کا محبوب مرئی یا تخیلاتی نہیں، نہ ہی تصور میں اس کے خدوخال ابھرتے ہیں، بلکہ ان کا محبوب موجود ہے۔ جس کی جاذبیت کو انہوں نے غور سے اور قریب سے دیکھا ہے، انہوں نے اظہار کی ان لطافتوں کو تجریدی نہیں رکھا، بلکہ مجسم بنا کر اپنی شاعری کا حصہ بنایا، تقدیس و معصیت کا جو تصور ان کی شاعری میں ملتا ہے شاید اسی حصول کا اطمینان ہے کہ ان کے تخیل نے محبوب کی تلاش نہیں کی بلکہ اس کو اپنے سامنے پایا۔

|      |                                                                           |
|------|---------------------------------------------------------------------------|
| (۹)  | تیرے چہرے کی طرح اور مرے سینے کی طرح<br>میرا ہر شعر دکھتا ہے نگینے کی طرح |
| (۱۰) | اترا تھا جس پر بابِ حیا ورق ورق<br>بستر کے ایک ایک شکن کی شریک تھی        |

زبان وادب (31)، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد جلد 2، شمارہ 15، 2022

مصطفی زیدی کی رومانیت میں انا پرستی کی صورت بھی ملتی ہے وہ عشق میں جان کی پروا نہیں کرتے، بلکہ عشق کو ایک طرح سے انا تسلیم کرتے ہیں، اور اس سے وابستگی میں گرفتار ہو کر ناکامی پر انا کی تسکین کے لیے موت کو قبول بھی کرتے ہیں۔

”مصطفی زیدی حسین آلہ زیدی سی تیغ آلہ آبادی اور تیغ آلہ آبادی

سے مصطفی زیدی تک کبھی انہوں نے روایتی محبت قبول نہیں کی“ (۱۱)

مصطفی زیدی کا پہلا معاشرہ سترہ برس کی عمر میں ہوا۔ یہ ان کی ہم جماعت تھی اور نام سروج بالا سرن تھا۔ تعلق آلہ آباد سے تھا۔ ان کا دوسرا عشق سر لاکپور سے ہوا یہ ایک ہندو لڑکی تھی ان کا تعلق کانپور سے تھا۔ ان کے علاوہ ایک اور ہندو لڑکی پریم کمار جین سے ایک عرصے تک ان کی وابستگی رہی، بلکہ شدید طور پر ان کے عشق میں گرفتار رہے، شادی انہوں نے جرمن خاتون سے کی، ان کی آخری محبت شہناز سے تھی، جو کہ ایک شادی شدہ خاتون تھی اور دو بچوں کی ماں تھی یہ وہ دور تھا جب مصطفی زیدی کی اپنی بیوی اور بچے جرمنی میں مقیم تھے۔ شہناز کی محبت میں ناکامی پر انہوں نے موت کو گلے لگا لیا۔

مصطفی زیدی کی شاعری میں شدید جذبہ محبت کے جذبات جا بجا ملتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اختر شیرانی کی طرح محبوب کو براہ راست نام سے مخاطب کیا:

|      |                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                 |
|------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| (۱۲) | <p>جس طرح ترکِ تعلق پہ اصرار اب کے<br/>ایسی شدت تو مرے عہدِ وفا میں بھی نہ تھی<br/>میں نے تو دیدہ و دانستہ پیا ہے وہ زہر<br/>جس کی جرأت صفِ تسلیم و رضا میں بھی نہ تھی<br/>تُو نے جس لہر کی صورت سے مجھے چاہا تھا<br/>ساز میں بھی نہ تھی وہ بات، صبا میں بھی نہ تھی<br/>اور اب یوں ہے کہ جیسے کبھی رسمِ اخلاص<br/>مہمہ نشینوں میں تو کیا، ہم فقر میں بھی نہ تھی<br/>بے وفائی کی یہ مشترکہ نئی آسائش<br/>دلِ پُر خون میں بھی اور رنگِ حنا میں بھی نہ تھی<br/>نہ تو شرمندہ ہے دل اور نہ حنا خوار اب کے<br/>جس طرح ترکِ تعلق پہ ہے اصرار اب کے</p> |
|------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

مصطفیٰ زیدی کی رومانیت ایک منزل پر نہیں رکتی۔ وہ عشق کے مختلف پہلوؤں سے وابستہ رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہجر و وصال ہی ان کی اصل حیات رہے جس کی وجہ سے ان کی شاعری میں بے قرار لمحات غنودگی کو جنم دیتے ہیں۔ وہ ان لمحات کے امکان کے بغیر زندگی کو نا ممکن تصور کرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں عام روایت سے ہٹ کر ہجر کے لمحات توانائی کا مظہر ہے۔ وہ درد جو محبوب کی جدائی میں لامتناہی اضطراب کو جنم دیتا ہے، ان کی شاعری میں سکون سے لبریز ہو جاتا ہے۔ وہ بزمِ درد کی عالم میں اپنے درد کا خود درماں کرتے نظر آتے ہیں۔

|                                        |      |
|----------------------------------------|------|
| تو کسی کی اور ہو کر بھی مرے دل میں رہے |      |
| میں اجڑ کر بھی ہم آہنگ بہاراں بن جاؤں  | (۱۳) |

مصطفیٰ زیدی کی رومانیت فروسودہ روایات سے انحراف کر کے باغیانہ رویہ اختیار رکھتی ہے بقول مرزا حامد بیگ:

“زیدی انقلابی ہونے کے باوجود رومانی بھی تھا اور ایسے عمر بھر رومانیت عزیز رہے۔” (۱۴)

انہوں نے رومانوی روایات میں اختر شیرانی اور مجاز کی روایت کو بڑھایا ہے ان کے جذبہ عشق میں سب جائز ہے۔ ان کے باطن سے رومانوی رویے پھوٹتے ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری میں دل کے نہاں خانوں سے محبوب کے تصور کو اس کی یاد کو، اور ہجر و وصال کے تصور کو اپنایا۔

|                                     |      |
|-------------------------------------|------|
| جب انتظار کی ہر بے کراں اندھیری رات |      |
| تیرے خیال کی آہٹ سے چونک جاتی تھی   |      |
| تیرے لبوں کی عنایات سے بہت پہلے     |      |
| تیرے لبوں کے تصور سے آج آتی تھی     | (۱۵) |

زیدی کی رومانیت نا آسودگی اور کرب کے اثرات سے بھی مملو ہے ان کی شاعری میں تنہائی کو عزیز رکھا گیا ہے۔ ان کا تصور غم، جذبہ عشق میں متاعِ کل کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کرب کو اظہار کا جمالیاتی رنگ دیا۔ ان کا کرب ذات کی آگاہی سے شروع ہوتا ہے، جس میں وہ غم دوراں کی ساعتوں کو کو شامل کر لیتے ہیں۔ شام غزل کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

“جب دل و دماغ پر بیرونی محرکات اور اندرونی بحران کی ملی جلی پر چھائیاں پڑتی ہیں تو ان پر چھائیوں میں مجھے تمثیل اور استعارے کی

زبان و ادب (31)، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد جلد 2، شمارہ 15، 2022

واضح شکلیں دکھائی دیتی ہیں اور ہر تجریدی خیال شائے نقش و نگار اور  
مانوس خد و خال کو لے کر سامنے آتا ہے یہاں سے بیان اور اظہار کے  
عجز کا ایک کر بناک سفر شروع ہوتا ہے۔” (۱۶)

مصطفیٰ زیدی کی رومانیت کرب و خوف کا بھی استعارہ ہے وصل کی امید تصوراتی دنیا  
تخلیق کرتے ہیں اور معاشرتی حقائق تلخی کو جنم دیتے ہیں کرب سے فرار مثالی دنیا کی تلاش بن  
جاتی ہے جس میں انا پرستی اور انفرادیت پسندی غالب ہے۔ ان کے عہد میں فرد کا بنیادی مسئلہ  
بے بسی و تنہائی تھا، زیدی کی تخلیقات میں نہ صرف تہذیبی و فکری المیے ملتے ہیں، بلکہ دکھ درد  
کے کئی بے یقینی کی کیفیات بھی ملتی ہیں۔ انہوں نے اپنی تخلیقات میں اپنے عہد کی پریشان حال  
قلب حیات کے ساتھ ذاتی در ماندگی کو بھی بے خوفی سے بیان کیا ہے۔ ان کی شاعری میں  
زندگی اور محبت ایک کل کی حیثیت رکھتی ہے، وہ ان کے اظہار میں لاشعوری رجحانات کی  
تسکین کی جانب بڑھتے ہیں۔

|      |                                                                                                                                                           |
|------|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| (۱۷) | لوگوں کی ملامت بھی ہے خود درد سری بھی<br>کس کام کی یہ اپنی وسیع النظری بھی<br>کیا جانے کیوں سست تھی کل ذہن کی رفتار<br>ممکن ہوئی تاروں سے مری ہم سفری بھی |
|------|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

کرب کی اس شدت میں دوسرا پہلو، ان کے شعور کا ہے انہوں نے زندگی اور انسانی  
جذبوں کے حوالے سے جو بھی محسوس کیا، اس کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا حالات سے شکست  
تسلیم کی اور کرب سے دل برداشتہ ہو کر موت کو گلہ بھی لگانے کی کوشش کی، یہاں تک کہ  
کرب کی شدت کے اگے انہوں نے فرار کو ترجیح دی۔ ان کی شاعری میں شعوری طور پر اس  
کرب کا احساس اور پہچان موجود ہے۔

|      |                                                                                                                                                   |
|------|---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| (۱۹) | مجھ کو محصور کیا ہے مری آگاہی نے<br>میں نہ آفاق کا پابند نہ دیواروں کا<br>میں نہ شبنم کا پرستار نہ انگاروں کا<br>نہ خلاوں کا طلب گار نہ سیاروں کا |
|------|---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

اس حوالے سے نظیر صدیقی لکھتے ہیں:

زبان و ادب (31)، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد جلد 2، شمارہ 15، 2022

”ان کی روح میں کوئی کرب، ان کے دل میں کوئی درد اور ان کی زندگی میں کوئی دکھ ایسا تھا جیسے نہ دوستوں کا خلوص دور کر سکا نہ محبوبوں کی محبت نہ رفیقہ حیات کی رفاقت۔“ (۲۰)

ان کی رومانیت میں غم کا تجربہ ان کا ذاتی تھا، جس سے ان کی شاعری میں تاثیر اور والہانہ لگاؤ کا احساس فطری ہو جاتا ہے، بقول احمد ندیم قاسمی:

”مصطفیٰ زیدی کہیں ہتھیار ڈالتے نظر نہیں آتے وہ اداس بھی ہو جاتے ہیں وہ رد بھی ہو جاتے ہیں مگر اپنا سفر جاری رکھتے ہیں یہ رجائیت اس آدمی پر اعتماد کا نتیجہ ہے۔“ (۲۱)

|      |                                                                                                                                                                                                                                               |
|------|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| (۲۱) | آخری بار ملو ایسے کہ جلتے ہوئے دل<br>راکھ ہو جائیں کوئی اور تقاضہ نہ کریں<br>چاک وعدہ نہ سلے زخم تمنا نہ کھلے<br>سانس ہموار رہے شمع کی لو تک نہ ہلے<br>باتیں بس اتنی کہ لمحے انہیں آ کر گن جائیں<br>آنکھ اٹھائے کوئی امید تو آنکھیں چھن جائیں |
|------|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

رومانوی طرز فکر کے حوالے سے ان کے مجموعے ”شہر آذر“ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس دور کی شاعری میں بے چینی اور اضطراب کی کیفیت نمایاں ہے۔ جہاں ان کی جستجو عیش و نشاط کی خواہش ہے، ان کی رومانوی رویوں کے ابلاغ میں ان کے ذاتی تجربات، خلوص و درد مندی شامل ہے۔ جس میں ان کی خواہشات، سکون قلب، خواب و حقیقت کے تمام مندرجہ جات شامل ہیں۔

|      |                                                                     |
|------|---------------------------------------------------------------------|
| (۲۲) | آؤ کسی اداس ستارے کے پاس جائیں<br>دریائے آسمان کے شکار کے پاس جائیں |
|------|---------------------------------------------------------------------|

مصطفیٰ زیدی کی رومانیت ایک بے چین روح کا سفر ہے جو کہ نئی دنیاؤں کی تسخیر اور جستجو کا جذبہ رکھتی ہے اضطرابی کیفیت رومانوی فکر کی معراج ہے جس تک رسائی کے لئے تخلیق کار ہر لمحہ ایک نئی سوچ سے گزرتا ہے شبلی، بابر، کیٹس، اس جذبے کی تسکین کے لئے مختلف مناظر کا رخ کرتے تھے جس میں انسانی سماج معاشرتی زندگی کے تعین میں اور اس کی حدود بندی بھی شامل ہے وہ اجتماعی نعروں کے برخلاف انفرادیت پسندی کا ساتھ دیتے ہیں۔

زیدی کا عشق ماورائی نہ تھا۔ ان کی شاعری میں بے قدری کے لمحات کی تمازت، ہجر و بے وفائی کا خوف سب ارضی ہے، اس لئے ان کے بیان میں درد کی کیفیت شدت کے ساتھ محسوس ہوتی ہے۔ ان کی حیات ایک وقت میں ایک فرد کے گرد گھومتی ہے، جس کے لیے وہ روایتوں کے بت کو فاش کرتے ہیں، ان کے رومانوی طرز فکر کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے، کہ وہ فلسفیانہ نہیں وہ گنجشک بھی نہیں اور اس کے ساتھ سطحی پن کا شکار بھی نہیں ان کا تخیل سنجیدہ اور متین جذبات کی تعمیر کرتا ہے اس کے باوجود کہ المیوں کے مرکزی کردار وہ خود ہے۔ ان کی شاعری میں تخیل کی بلند پروازی بھی ماورائی نہیں۔ وہ اپنے تخیل کو ارضی حقیقتوں سے جوڑ کر تخلیق کا سفر کرتے ہیں جس میں مرکزی نکتہ حسن پرستی کے گرد گھومتا ہے ان کے نزدیک جمال ہی اصل طاقت ہے:

”وہ جمال مجھے اس آگ کی طرح محسوس ہوتا ہے جو خود اپنی آئینے سے  
بے نیاز ہو لیکن جس کی ایک چھوٹی سی چنگاری ہوش و حواس کا دامن  
پھونک سکتی ہو پھر اس کے دامن کی وسعت دیکھئے، جو سلگنے کی اس  
اذیت سے بچنے کی جگہ اس سے لطف اندوز ہو۔“ (۲۳)

رومانوی رجحانات میں ماضی سے لگاؤ اور باغیانہ رویے کو بہت اہمیت حاصل ہے جمود کو توڑنا اور روایات میں نئے امکانات کو تلاش کرنا رومانوی جذبوں کی تسکین ہے مصطفیٰ زیدی نے عشقیہ مضامین کے اظہار میں روایات کے بت کو فاش کیا ہے وصل کے لمحات، ان کی آرزو، سیاسی و سماجی قیود، اور ان سے آزادی ان کے باغیانہ اظہار کی خوبیاں ہیں۔ ماضی سے وابستگی اور اس کے حوالے سے ناسٹلجیائی کیفیات ان کی شاعری میں نمایاں ہے وہ گزرتے لمحوں میں خود کو مقید رکھنا چاہتے ہیں، یہی سے ان کی شاعری میں ناآسودگی کی کیفیت ابھر آتی ہے۔ اور وہ دور کہیں نکل جاتے ہیں۔

|      |                           |
|------|---------------------------|
|      | تجھے وہ دن بھی یاد ہوں گے |
|      | جب اک تجھے جیتنے کی خاطر  |
|      | مرے خرد نے مرے جنوں نے    |
|      | ہزاروں بدنامیاں خریدیں    |
| (۲۴) | ہزاروں دیر و خرم سے گزرا  |

ان کی رومانیت میں روایتی شاعری کا سنگھم ہے جس میں جذبے کے والہانہ پن کے ساتھ جرات آموزی بھی ملتی ہے۔

زبان وادب (31)، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد جلد 2، شمارہ 15، 2022

ان کی شاعری میں انفرادیت اتناہیت کا روپ دھار لیتی ہے وہ محبوب کے قدموں میں گرنے کو ترجیح نہیں دیتے اور نہ ہی انا کی دیوار کو پھلانگتے ہیں۔ مسائل حیات ہو یا مسائل ذات انہوں نے اصولوں پر سودا نہیں کیا۔ اس احساس نے ان کی شاعری کو بے کیف نہیں ہونے دیا۔ ان کی انفرادیت اجتماعیت میں دب کر نہیں رہ گئی، انہوں نے ترقی پسند سوچ کے باوجود اپنی انفرادیت پر سمجھوتہ نہیں کیا۔

ان کی رومانیت میں جنس کی خواہش کا بھی عمل دخل ہے، تاہم ان کے تخیل نے اس کو پاکیزگی عطا کی ہے جو کہ اردو شاعری میں ایک نوا روایت ہے۔

ان کی رومانوی طرز فکر کی ایک اور خوبی حسن کی لطافت سے لطف اندوز ہونا ہے وہ عفوان شباب میں بھی رومانوی جذبات کے زیر اثر رہے بلکہ زندگی کے آخری سانس تک ان کی شاعری صحت مند رومانوی رویوں کے زیر اثر رہی۔ مصطفیٰ زیدی کی رومانیت اپنے عہد اور موجود عہد کی توانا آواز ہے چالیس سال کی عمر میں انہوں نے شاعری کا جو حصہ چھوڑا ہے اس میں روایت و انفرادیت کے لاتعداد رنگ بھی موجود ہے انہوں نے رومانوی انقلاب کی ایسی تخلیقات پیش کی جو کہ ان کو الگ پہچان دیتی ہے اور یہی ان کا کمال ہے کہ اجتماع میں انہوں نے دونوں حوالوں (ترقی پسند و رومانوی) سے اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا۔

### حوالہ جات

- ۱۔ ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی تحریکیں، اشاعت ہفتم، کراچی پرنٹرز اینڈ پبلشرز، ۲۰۱۰ء، ص ۸
- ۲۔ ڈاکٹر محمد حسن، اردو ادب میں رومانوی تحریکیں، لکھنؤ انڈیا، شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مطبوعہ تنویر پریس لکھنؤ بار اول، ۱۹۵۵ء، ص ۱۰
- ۳۔ ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی تحریکیں، اشاعت ہفتم، کراچی پرنٹرز اینڈ پبلشرز، ۲۰۱۰ء، ص ۱
- ۴۔ مرزا حامد بیگ، مصطفیٰ زیدی کی کہانی، پاکستان بکس اینڈ لٹریچر سائونڈز، لوئر مال لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۱۳
- ۵۔ نقوش، مصطفیٰ زیدی نمبر، مدیر نشز زبیری، ۲۶ ستمبر ۱۹۶۶ء، ص ۱۸۱
- ۶۔ مصطفیٰ زیدی، قبائے ساز، مضمولہ، کلیات مصطفیٰ زیدی، الحمد بلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۱۳

زبان و ادب (31)، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد جلد 2، شمارہ 15، 2022

- ۷۔ مصطفیٰ زیدی، موج مری صدف صدف، مشمولہ، کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۰۴
- ۸۔ مصطفیٰ زیدی، شام غزل، مشمولہ، کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۵
- ۹۔ مصطفیٰ زیدی، گریباں، مشمولہ، کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۵
- ۱۰۔ فاروق ارگلی، کاروانِ غزل، فرید بک ڈپولیمینڈ نئی دہلی، ۲۰۰۴ء، ص ۲۶۷
- ۱۱۔ مرزا حامد بیگ، مصطفیٰ زیدی کی کہانی، پاکستان بکس اینڈ لٹریچر سائونڈز، لوئر مال لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۲۱
- ۱۲۔ مصطفیٰ زیدی، شام غزل، مشمولہ، کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۴
- ۱۳۔ مصطفیٰ زیدی، شہر آذر نظم سپردگی، مشمولہ، کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۳۰
- ۱۴۔ مرزا حامد بیگ، مصطفیٰ زیدی کی کہانی، پاکستان بکس اینڈ لٹریچر سائونڈز، لوئر مال لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۲۱
- ۱۵۔ مصطفیٰ زیدی، نظم آئینہ، مشمولہ، کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۴۳
- ۱۶۔ مصطفیٰ زیدی، شام غزل، مشمولہ، کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۴
- ۱۷۔ مصطفیٰ زیدی، دیکھ چکا ہوں میں موج موج دیکھ چکا ہوں میں صدف صدف، مشمولہ، کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۵۱
- ۱۸۔ مصطفیٰ زیدی، قبائے ساز، مشمولہ، کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۷
- ۱۹۔ نقوش، مصطفیٰ زیدی نمبر، نظیر صدیقی، ۲۶ ستمبر ۱۹۶۰ء، ص ۱۸۱
- ۲۰۔ نقوش، زیدی نمبر، احمد ندیم قاسمی، مدیر شمس زبیری، نقش کراچی، ۲۶ ستمبر ۱۹۶۰ء
- ۲۱۔ مصطفیٰ زیدی، کوہِ ندا، مشمولہ، کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۴
- ۲۲۔ مصطفیٰ زیدی، موج مری صدف صدف، مشمولہ، کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۹۴

- زبان و ادب (31)، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد جلد 2، شمارہ 15، 2022
- ۲۳۔ مصطفیٰ زیدی، شام غزل، مضمونہ، کلیات مصطفیٰ زیدی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء،  
ص ۱۴
- ۲۴۔ ایضاً، ص ۱۸۱